سفر نامہ

عام بول چال کی زبان میں سفر کے حالات کو تحریری شکل میں لکھنے کو سفر نامہ کہتے ہیں۔ سفرنامے کا شمار اردو نثر کے غیر افسانوی صنف میں ہوتا ہے۔ اردو نثر میں سفرنامے کی روایت خاصی قدیم بھی ہے۔ انسان فطری طور پر تغیر پسند واقع ہوا ہے۔ وہ یکسانیت سے اوب جاتا ہے۔ نئی باتیں اور نئی چیزیں دیکھنا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ یہی فطرت انسان کو سفر کی طرف مائل کرتی ہے۔

اگر سفر کرنے والا شخص ذوق لطیف کا مالک ہو تو پھر وہ سفر کے حالات و واقعات کو ضبط تحریر میں بھی لے آتا ہے جسے ہم ادب کی زبان میں سفر نامہ کہتے ہیں۔

فنی لحاظ سے سفرنامے کا کوئی اسلوب یا تکنیک ابھی تک وضع نہیں کی گئی ہے۔ یہ سفرنامہ نگار کی تخلیقی صلاحیت اور ادبی ذوق پر منحصر ہے کہ وہ سفرنامہ کے لیے کون سی ہیئت اور اسلوب متعین کرتا ہے۔ یعنی فن کے معاملے میں سفرنامہ نگار بہت حد تک آزاد ہوتا ہے۔ وہ جس اسلوب میں چاہے سفرنامہ تحریر کرے۔ وہ سفرنامہ لکھنے کے دوران اس بات کا خیال رکھے کہ سفرنامہ، سفرنامہ رہے، داستان یا ناول یا افسانہ نہ بن جائے۔ اس میں پراسراریت اور دلچسپی بڑھانے کے لیے غیر ضروری رنگین بیانی، کہانی پن یا واقعہ میں مبالغہ آرائی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اردو نثر کے سرمایے میں سفرناموں کا اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔

SOLUTIONS ABSOL PATNA

ابن انشا

ابن انشا کا اصل نام شیر محمد خان تھا۔ اردو ادب کی دنیا میں ابن انشا کے نام سے مشہور ہوئے۔ ابن انشا کی پیدائش ہندوستانی پنجاب کے ضلع جالندھر کے ایک گاؤں میں ایک کاشتکار خاندان میں 1927ء میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام منشی خان تھا جو پھلور گاؤں کے بڑے کاشتکار تھے۔ ابن انشا کی والدہ بی بی مریم ایک گھریلو اور دین دار خاتون تھیں۔

ابن انشا نے اپنے گاؤں کے مدرسہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر 15 سال کی عمر میں اپرہ ہائی اسکول سے 1942ء میں میٹرک پاس کیا۔ مادری زبان اردو تھی لیکن فارسی زبان سے بھی کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی انشا نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ شاعری میں ان کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک شاعر ہونے کے علاوہ ابن انشا ایک صاحب طرز نثر نگار بھی تھے۔ اردو نثر میں ان کا ایک ضخیم سفرنامہ شائع ہو کر اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔

والدہ کی شدید خواہش پر 1942ء میں ابن انشا کی شادی ایک شہری لڑکی عزیزہ بی بی سے ہوئی۔ شادی کے بعد ابن انشا تلاش معاش اور مزید تعلیم کی غرض سے لاہور چلے گئے۔ جہاں ان کو علماء، شعرا اور ادباء کا وسیع ماحول میسر ہوا جو ان کی شخصیت میں نکھار اور باضابطہ ادبی زندگی کے آغاز کا باعث ہوا۔ قیام لاہور کے دوران ابن انشا کی ملاقات غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک، مولانا صلاح الدین اور مشہور شاعر حفیظ جالندھری جیسی شخصیات سے رہی جن کی صحبتوں نے ابن انشا کی زندگی میں مزید نکھار پیدا کیا۔ اس زمانے میں ابن انشا کالج میں پڑھتے بھی تھے اور اخبار 'نوائے وقت' میں جز وقتی کام بھی کرتے تھے۔ اس طرح گردش حالات کا شکار ہو کر ابن انشا لاہور سے واپس آ گئے اور انبالہ چھاؤنی میں ملٹری اکاؤنٹس کے شعبے میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ اور ترقی کر کے کراچی میں نیشنل بک کاؤنسل کے ڈائرکٹر جنرل مقرر ہوئے۔ ملازمت کے دوران بھی ابن انشا نے اپنی تعلیم کو جاری رکھا اور ادبی مشاغل یعنی لکھنے پڑھنے میں بھی مصروف رہے یہاں تک کہ ایک سفرنامہ نگار کی حیثیت سے اپنی ایک مستقل شناخت قائم کی۔

1977ء میں ابن انشا ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ علاج کے لیے لندن لے جایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا اور 2 رجنوری 1978ء کو لندن میں ہی انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

فلپائن کا سفر ۔ ۱۹۶۷ء

اگر کسی مسافر کی کوئی نقدی یا کوئی اور قیمتی چیز یا دستاویزات وغیرہ ہوٹل کے کمرے سے گم ہو جائیں تو ہوٹل ھٰذا قطعی ذمہ دار نہ ہوگا۔ مہمانانِ عزیز کو خبردار کیا جاتا ہے کہ خواہ چند لمحے کے لیے بھی کمرے سے باہر جائیں کمرے میں کوئی قیمتی چیز نہ چھوڑیں اور دروازہ مقفل کر کے باہر نکلیں۔ رات کو کمرے میں سوتے وقت دروازے کی دوہری چٹخنیاں بھی ضرور چڑھا لیں۔

ہوٹل ھٰذا کسی مسافر کے کمرے میں صنفِ مخالف کے کسی رکن کا آنا مستحسن نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی معزز مہمان کمرے کے بیرے یا ہوٹل کے اسٹاف کے کسی اور رکن سے مل ملا کر کچھ کر لے تو ہوٹل خود کو بری الذمہ سمجھے گا۔

"ہم اپنے مہمان عزیز کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ایسی خدمت کریں گے کہ وہ ساری عمر یاد رکھے گا" یہ اس ہوٹل کے کمرے میں لٹکے ہوئے نوٹس کی نقل مطابق اصل ہے ہر چند کہ یہ ہوٹل یہاں کے قابلِ اعتبار ترین اور معزز ہوٹلوں میں گنا جاتا ہے تاہم مہمان کے جان و مال کی سلامتی کی گارنٹی دینا دور اندیشی کے خلاف سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس وقت بھی جب کہ رات کے گیارہ بجے ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں کمرے کی نہ صرف دونوں چٹخنیاں لگی ہوئی ہیں بلکہ ہم نے لکھنے کی میز دروازے سے بھڑا کر اپنا سوٹ کیس اس پر رکھ دیا ہے۔ شام کے جھٹ پٹے کے وقت کھڑکی کے پیچھے ایک چہرہ نظر آیا تھا۔ ہم نے کھڑکی کھول کر موصوف سے کہا کہ اے جانِ قیس تیرا ارادہ کدھر ہے آج؟ بولا "آپ کی کھڑکی کے شیشے صاف کرنا چاہتا تھا۔" ہم نے کہا۔ "کر لو۔ لیکن صرف شیشے صاف کرنا۔ بولا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ پھر کسی وقت آ کر کر لوں گا۔ روم بوائے سے ہم نے نو بجے ہی کہہ دیا تھا کہ کھانا کھا چکے، چائے ہم پی چکے۔ اب ہم آرام کریں گے۔ تم بھی آرام کرو۔ پھر بھی دو بار دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھ چکا ہے کہ اور کوئی خدمت؟ سوچنے کی بات ہے کہ منیلا ہوٹل والے غریب الوطن مسافروں کے آرام و آسائش کے بارے میں کتنے فکر مند رہتے ہیں۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے۔ کابل کے ہوٹل روم کا بوائے تو ایسا استغنا کا مارا ہوا تھا کہ آواز دینے پر بھی نہیں آتا تھا۔ اس نے پوچھ لیا تھا کہ صاحب کب اور کس روز جایئے گا۔ بس اس روز وقت نکال کر

بخشش لینے ضرور آ گیا۔

جب بھی ہم کہیں کا سفر اختیار کرتے ہیں لوگ طرح طرح کے بہانوں سے ہمیں باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کابل کے معاملے میں ہمیں سردی سے ڈرایا گیا تھا۔ منیلا کے بارے میں سردی کا عذر نہیں چل سکتا تھا کیونکہ یہاں بارہ مہینے گرمی رہتی ہے۔ لہٰذا چوری چکاری کا ذکر لے بیٹھے۔ کراچی میں ہمارے ایک جرمن دوست ہیں، اکثر سفر کرتے رہتے ہیں، ہم نے ان سے آشیرواد چاہی تو بولے: 'منیلا۔۔۔؟ میاں اخبار پڑھا ہے؟ اس وقت جرائم کے معاملے میں سب سے آگے نکلا ہوا ہے۔ سائیگون اور نیویارک سے بھی۔'

'جی پڑھا ہے۔'

'پھر مت جاؤ۔'

'جانا ضروری ہے۔'

'وہاں چوری ضرور ہوتی ہے۔ جیب ضرور کٹتی ہے۔ اپنے ساتھ کوئی رقم وقم لے کر مت جانا۔'

'جی اچھا۔'

'ٹیکسی والے بہت بدمعاش ہیں۔ ایرپورٹ سے ٹیکسی میں بیٹھو تو راستے میں گھما کر ہوٹل کی بجائے کسی ویران علاقے میں لے جاتے ہیں۔ مسافر کو اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اور سوٹ کیس لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اپنے ساتھ سوٹ کیس لے کر نہ جانا۔'

'جی بہت مناسب۔'

'میرے ایک دوست کے تو انھوں نے کپڑے بھی اتار لیے تھے۔'

'تو کیا کپڑے بھی نہ پہن کر جاؤں۔'

بولے۔ 'یہ میں نہیں کہتا۔ ہاں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ وہاں کسی کی آبرو محفوظ نہیں۔ اقوام متحدہ کے دفتر کی ایک میم صاحب وہاں تنہا گئی تھیں......'

ہم نے کہا۔ 'جس قسم کی آبرو کا آپ حوالے دے رہے ہیں۔ اس کا ہمارے معاملے پر اطلاق نہیں ہوتا۔'

مصر ہو کر کہنے لگے۔ 'میں پھر کہتا ہوں کہ مت جاؤ۔'

'ضرور جائیں گے۔' ہم نے کہا۔ ہم سمجھ گئے تھے کہ یہ فرنگی آدمی ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ کسی ایشائی سے شیر و شکر

ہوں، کسی قسم کا تعلق قائم کریں جائز اور ناجائز کی بحث تو بعد میں آتی ہے۔'

یہ اچھا ہے کہ میرے فلپائنی دوست بنی بابو کو میرا خط مل گیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی فرلانگ بھر لمبی کار لے کر ہمیں لینے منیلا ایر پورٹ پر آئے ہوئے تھے۔ ایک اور بزرگ بھی ایک بین الاقوامی ادارے کی طرف سے ہماری پیشوائی کے لیے موجود تھے۔ یہ قوم کے بھارتی تھے۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ بولے۔ 'تو اچھا اپنے دوست کے ساتھ جا رہے ہیں آپ، ٹھیک ہے۔ فلاں ہوٹل میں آپ کا بندوبست ہے، تھوڑا مہنگا ہے لیکن نسبتاً محفوظ ہے۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اقوام متحدہ کے کام سے آئے ہیں۔ تھوڑی سی رعایت بھی شاید کر دیں۔'

لفظ و معنی

مقفل	۔	تالا لگا ہوا
صنف	۔	قسم
رکن	۔	ممبر
مستحسن	۔	اچھا
معزز	۔	عزت والا
بری الذمہ	۔	ذمہ داری سے آزاد ہونا
قابل اعتبار	۔	بھروسہ کے قابل
تاہم	۔	پھر بھی
دور اندیشی	۔	دور تک سوچنا
موصوف	۔	جس کی صفت بیان کی گئی ہو
روم بوائے	۔	ہوٹل کا خدمت گار
غریب الوطن	۔	اپنے وطن سے دور رہنے والا
جزائے خیر	۔	اچھا بدلہ
استغنا	۔	بے نیازی
قباحت	۔	پریشانی
اطلاق ہونا	۔	لاگو ہونا
مصر ہونا	۔	بضد ہونا

ABSOL SOLUTIONS ABSOL PATNA

شیر وشکر ہونا ۔ مل جل کر رہنا

آپ نے پڑھا

- ابن انشا نے ملیلا (فلپائن) کا جو سفر نامہ لکھا ہے اس کا ایک حصہ آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھا۔ انشا نے بتایا کہ کس طرح لوگوں نے انہیں اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی اور وہاں کے خطرات سے آگاہ کیا۔ جب کہ ایسی کوئی خاص بات نہ تھی۔ تھوڑا بہت سلامتی کا مسئلہ تو ہر نئے ملک میں سیاح کے لیے ہوتا ہی ہے۔

آپ بتائیے

1. ابن انشا کی پیدائش کب ہوئی؟
2. ابن انشا کا تعلق کس صنف ادب سے ہے؟
3. زیر نصاب مضمون کے قلم کار کون ہیں؟
4. ابن انشا کا اصل نام کیا ہے؟
5. فلپائن کی راجدھانی کہاں ہے؟

مختصر گفتگو

1. سفر نامہ کی مختصر تعریف بیان کیجیے۔
2. ابن انشا کی مختصر سوانح بیان کیجیے۔
3. ملیلا کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔

تفصیلی گفتگو

1. ابن انشا کے سفرناموں کی خصوصیات پر روشنی ڈالیے۔
2. زیر نصاب سفر نامہ کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

آئیے، کچھ کریں

1. اپنے استاد کی مدد سے اردو سفرناموں کی ایک فہرست تیار کیجیے۔
2. گلوب کو سامنے رکھ کر فلپائن کے جغرافیائی حالات معلوم کیجیے۔

خودنوشت

خودنوشت سوانح حیات (Auto biography) سے مراد کسی شخص کے اپنی زندگی سے متعلق خود لکھے ہوئے حالات ہوتے ہیں۔ خودنوشت سوانح حیات میں مصنف اپنی تصویر خود بناتا ہے۔ انسانی تقاضے کے تحت اس کا غیر ارادی مطمحِ نظر یہی ہوتا ہے کہ لوگ اسے پہچانیں۔ خودنوشت سوانح حیات میں عجز اور انکسار کے خواہ کتنے ہی پردے ڈال دیے جائیں، تکلفات کے پے در پے حلقے کھینچ دیے جائیں لیکن ہر شخص کا سب سے بڑا ہیرو وہ خود ہوتا ہے۔ خالصتاً لفظی اعتبار سے خودنوشت سوانح میں اپنی کہانی خود لکھنے کی شرط ہے۔

آپ بیتی (خودنوشت سوانح حیات) کے لیے صفحات کی یا کوئی خاص طریقۂ کار کی قید نہیں۔ یہ چند سطروں پر بھی مشتمل ہوسکتا ہے اور سینکڑوں صفحات پر بھی محیط ہوسکتا ہے۔ البتہ آپ بیتی عام طور پر نثر میں اپنے حالات کا لکھنا ہے۔

آپ بیتی کے لیے کوئی بندھے ٹکے اصول نہیں۔ تاہم تین شرطوں کی اختیاز لازمی ہے:

۱۔ سچائی، ۲۔ شخصیت، ۳۔ فن

اردو میں بہت ساری خودنوشت سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں جن میں شاد کی کہانی شاد کی زبانی، (شاد عظیم آبادی)، سحر ہونے تک (آغا حشر کاشمیری)، یادوں کی برات (جوش)، اپنی تلاش میں (کلیم الدین احمد)، غبارِ کارواں (انیس قدوائی)، قصہ بے سمت زندگی کا (وہاب اشرفی) وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔